حضرت تاج محمود امروٹی کے سندھی ترجمہ قرآن کی خصوصیات

پروفیسر عبدالخالق سھریانی بلوچ

حضرت ابوالحسن تاج محمود امروٹی کا مختصر تعارف:

مولانا تاج محمود امروٹی رحمۃ اللہ علیہ خانوادہ سادات سے تعلق رکھتے تھے، ان کا شجرۂ نسب حضرت عبدالقادر جیلانی کے چوتھے فرزند سیدنا محمد رضا سے ملتا ہے، مولانا امروٹی کے والد گرامی کا نام سید عبدالقادر عرف بھورل شاہ تھا۔ آپ کی ولادت باسعادت سندھ کے ضلع خیر پور کے شہر پریالو کے نزدیک ایک چھوٹے سے گاؤں ''دیوانی'' میں ہوئی۔ ان کی تاریخ ولادت کا تعین نہیں ہوسکا، البتہ کچھ روایات کے مطابق ان کی ولادت سن ۱۸۵۷ء یا ۱۸۵۸ء میں ہوئی تھی، مولانا نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، اس کے بعد اعلیٰ دینی تعلیم کے لیے سندھ کے مشاہیر علماء سے کسب فیض کرتے رہے۔ مولانا امروٹیؒ اعلیٰ دینی تعلیم کے حصول کے لیے پنجاب کے کچھ نامور علما کرام کے پاس گئے اور عالمانہ اسناد حاصل کیں۔

(۲) مولانا امروٹی کی روحانی تربیت:

درسی کتب سے فراغت کے بعد وہ اپنے والد سے سلوک کی راہ ورسم حاصل کرنے لگے، مگر ان کی وفات کے بعد وہ اس دور کے قطب الاقطاب حضرت حافظ محمد صدیق بھر چونڈی کی خدمت میں حاضر ہوکر اکتساب فیض کرتے رہے، حافظ صاحب جنید وقت تھے، وہ ایک طرف تو راشدی قادری طریقت کے شیخ تھے تو دوسری طرف حضرت سید احمد شہید بریلویؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کے پوتے

حضرت شاہ اسمعیل شہیدؒ کی زیارت کر چکے تھے اور انکے مجاہدانہ کارناموں سے واقف تھے۔ انہی اثرات کے تحت حافظ صاحب نے سندھ میں سنت کے زندہ کرنے اور شرک وبدعات کی بیخ کنی کرنے کے لیے جہاد شروع کیا حافظ صاحب کی وفات ۱۳۰۸ھ میں ہوئی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا تاج محمود بھر چونڈی سے منتقل ہو کر سکھر سندھ کے چھوٹے سے گاؤں ''امروٹ'' میں مقیم ہو کر طالبان کو اپنے روحانی فیض سے سیراب کرتے رہے۔

مولانا امروٹی کے خلفاء میں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب تھریچانوی، حضرت مولانا میاں محمد صالح بانجی والے اور حضرت مولانا حماداللہ ھالچوی شریف والے نہایت مشہور بزرگ گذرے ہیں جن کا فیض سندھ اور پنجاب تک پھیلا ہوا ہے۔

(۳) مولانا امروٹی کی سیاسی خدمات:

مولانا امروٹی نے سندھ کے غیور مسلمانوں کو انگریز کے غلام وڈیروں کی غلامی سے نجات دلائی اور عوام کو انگریز حاکم کے خلاف ابھار کر میدان جہاد میں لائے۔ خلافت تحریک کی بنیاد سندھ میں رکھی اور جب لاڑکانہ سندھ میں پہلی خلافت کانفرنس منعقد ہوئی جس میں شرکت کے لیے پہلی بار مولانا شوکت علی، مولانا ابوالکلام آزاد اور ہندوستان کی تحریک آزادی کے مشاہیر رہنما سندھ میں تشریف لائے تو اس کانفرنس کا انعقاد حضرت امروٹی کی سربراہی میں ممکن ہوسکا۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی جو حضرت حافظ محمد صدیق کے دست مبارک پر مسلمان ہوئے تھے، وہ بھی حافظ صاحب کی وفات کے بعد امروٹ شریف میں مقیم ہو گئے اور اپنی دینی وسیاسی جدوجہد کا مرکز امروٹ شریف کو ہی بنا لیا۔ حضرت امروٹی نے مولانا سندھی کو افغانستان جا کر وہاں پر حکومت موقتہ (Govt:shadow) قائم کرنے کے لیے روانہ کیا اور وہاں کے مسلمانوں کو انگریزوں کے خلاف ہندوستان پر حملہ کرنے کے لیے ابھارا۔ حتٰی کہ سندھ سے بہت بڑی تعداد میں لوگ افغانستان ہجرت کر گئے تاکہ وہاں پر تحریک آزادی کا مرکز قائم کیا جا سکے۔ یہ تحریک، تحریک ہجرت کے نام سے مشہور ہے۔

(۴) حضرت امروٹی کے دینی وعلمی کارنامے:

حضرت مولانا شاہ ابوالحسن تاج محمود امروٹی جب اپنے مرشد حضرت حافظ محمد صدیق بھر چونڈی سے فیضیاب ہوکر اپنے گاؤں امروٹ شریف پہنچے تو اس وقت سندھ میں دینی تعلیمی اداروں یعنی دینی مدارس کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ اس صورت حال میں دینی علوم کا چراغ روشن رکھنے کے لیے امروٹ شریف میں ایک مسجد اور دینی مدرسہ کے قیام کا فیصلہ فرمایا۔ تاکہ اس علاقہ کے لوگ نیز سندھ کے دوسرے علاقوں کے لوگ اس سرچشمہ فیض سے دینی علوم حاصل کرکے سیراب ہوسکیں، اسی مدرسہ نے آگے چل کر ایک بہت بڑی دینی درسگاہ کا مقام حاصل کرلیا، حضرت نے دینی تبلیغ اور تعلیم وتدریس کے لیے بڑے بڑے علماء کا وہاں پر تقرر کیا اور تبلیغی جدوجہد کے ذریعہ انگریزی خواندہ مسلمانوں کو دین کی طرف راغب کرنے کی جدوجہد فرمائی، اس طرح سندھ کے نہ صرف علماء کرام بلکہ انگریزی خواندہ مسلمان، افسران اور وکلا تک وہاں پہنچ کر دینی علوم اور ہدایت سے فیضیاب ہوئے۔

(۵) حضرت امروٹی اور تبلیغ دین:

حضرت امروٹی کے دور میں سندھ میں ہندو نہایت مالدار اور تعلیم یافتہ طبقات سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لیے حضرت نے سندھ کے ہندوؤں میں تبلیغ دین کے کام کو منظم کیا، اس سلسلے میں انہوں نے قرآن مجید کا صرف سندھی ترجمہ الگ طور پر شائع کروایا تاکہ وہ غیر مسلمانوں کو آسانی کے ساتھ مطالعہ کے لیے دیا جاسکے، تحریک آزادی میں کام کرنے والے ہندو کارکن بھی اس آزادی کے مرکز، امروٹ شریف آتے رہتے تھے اور ان میں کافی تعلیم یافتہ لوگ حضرت کی تبلیغ اور اخلاق سے متاثر ہوکر مسلمان ہوگئے جن کی تعداد بعض روایات میں ۷۰۰۰ ہزار تک بتائی گئی ہے۔

حضرت امروٹی نے قرآن مجید کے سندھی ترجمہ کے اشاعت کے لیے امروٹ شریف میں محمود المطابع کے نام سے سندھی پریس بھی لگوایا۔ مسلمانوں میں قرآن مجید کا علم عام کرنے کے لیے

جیسے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ہندوستان میں سب سے پہلے فارسی ترجمہ کیا، اسی اصول کے تحت مولانا امروٹی نے قرآن مجید کا سندھی ترجمہ کرایا، جس کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ حضرت نے سندھی ترجمہ قرآن کے سلسلے میں ایک بورڈ بھی قائم فرمایا تھا جس میں علماء کے ساتھ جدید تعلیم یافتہ سندھی زبان کے ماہرین کا تقرر بھی فرمادیا تھا تاکہ سندھی زبان میں قرآن مجید کا عام فہم اور بامحاورہ ترجمہ کروا کر شائع کرایا جاسکے۔ اس کام کی نگرانی حضرت امروٹی خود فرماتے رہتے تھے اور اس طرح حضرت مولانا عبید اللہ سندھی اس سارے منصوبے کے انچارج بنائے گئے تھے۔ سندھ کے ایک بڑے مؤرخ اور دانشور حضرت مولانا شبلی تحریر فرماتے ہیں۔ ''حضرت امروٹی نے سب سے پہلے ایک دینی درسگاہ قائم کی، اسکی چند ایک خصوصیات یہ تھیں کہ اس درسگاہ کو دارالعلوم دیوبند کے طریقے پر جاری کیا گیا اور اسکا روحانی تعلق دیوبند سے قائم کیا گیا۔ اس لحاظ سے سندھ کا پہلی مرتبہ دیوبند سے علمی وروحانی رابطہ پیدا ہوا۔ اس درسگاہ کے نصاب میں حدیث، تفسیر اور شاہ ولی اللہ کی تصانیف کو بھی شامل کیا گیا تھا۔ اس طرح سندھ کے طالب علموں کو پہلی بار علوم اسلامیہ کی اعلیٰ تعلیم سے بہرہ ور ہونے کا موقع ملا۔ اس درسگاہ میں فکری جلا پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ چنانچہ طلبہ میں حریت وطن اور احیائے دین قیم کی روح پیدا کرنے کی پوری کوشش کی تھی''۔

مولانا امروٹی نے اس انقلابی جدوجہد کو مہمیز دینے اور قرآن مجید کے ذریعہ انقلاب کا پیغام عام کرنے کی جدوجہد جاری رکھی اس سلسلہ میں قرآن مجید کی مختلف سورتوں کے سندھی تراجم اور فقط سندھی ترجمہ (عربی متن کے سوا) ۲ جلدوں میں اور پھر مکمل ترجمہ قرآن مجید ایک جلد میں شائع کرانے کا اہتمام فرمایا۔ جسے بہت بڑی عوامی مقبولیت بھی حاصل ہوئی، کیونکہ اس دور میں ایک عام فہم سندھی ترجمہ قرآن کی ضرورت بھی محسوس کی جارہی تھی اس کے ساتھ قرآن مجید کو انقلاب کا ذریعہ بنانا بھی نہایت ضروری تھا، اس موقع پر ہم حضرت امروٹی کے ترجمہ قرآن مجید کی خصوصیات کے بارے میں اہم نکات پیش خدمت کریں گے جس سے حضرت امروٹی کی خدمات قرآن مجید پر روشنی پڑے گی۔

(۶) سندھ میں قرآن مجید کے سندھی تراجم کا آغاز:

اسلام کے ابتدائی دور میں قرآن حکیم کا خطاب براہ راست ان لوگوں سے تھا، جن کی مادری زبان عربی تھی۔ قرآن حکیم کو سمجھنے کے لیے انہیں عربی کے علاوہ کسی اور زبان کے جاننے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ خوش نصیب لوگ تھے، انہیں حضور اکرم ﷺ کی صحبت اور زیارت نصیب تھی۔ کسی چیز کے سمجھنے میں انہیں جب بھی کوئی دقت محسوس ہوتی تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ ﷺ سے مکمل رہبری حاصل کرتے۔

وقت کے ساتھ ساتھ اسلام پھیلتا چلا گیا اور عرب کی سرزمین سے بھی آگے نکل گیا۔ ان حالات میں عجمیوں اور غیر عرب لوگوں کے لیے یہ مشکل ہو گیا کہ وہ قرآن پاک کو اس کے صحیح معنوں اور مطالب کے ساتھ سمجھ سکیں۔ اس لیے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ان کی اپنی زبانوں میں قرآن پاک کے ترجمے پیش کیے جائیں۔ امام ابوحنیفہ پہلے شخص تھے، جنہوں نے قرآن پاک کے دوسری زبانوں میں ترجمے کو جائز قرار دیا۔ ان ترجموں سے عام لوگوں کو قرآن پاک کے سمجھنے میں بہت مدد ملی۔ گو یہ مسئلہ ایک عرصہ متنازعہ فیہ رہا۔ لیکن بعد میں امام ابوحنیفہ کی رائے کو مقبولیت حاصل ہوئی۔

برصغیر پاک و ہند میں سندھ ہی وہ علاقہ تھا، جہاں اسلام سب سے پہلے پہنچا۔ سندھ، خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں نوجوان سپہ سالار محمد بن قاسم کے ہاتھوں پہلی ہجری صدی کے اختتام میں فتح ہوا، لیکن اسلام کا پیغام سندھ کے اندر اس سے پہلے ہی پہنچ چکا تھا۔

سندھ کے ایک عظیم محدث، محقق اور فقیہ عالم مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی نے اپنی مشہور تالیف ”بیاض ہاشمی“ میں علامہ جلال الدین سیوطی کے حوالے دو روایتیں بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک روایت میں ہے کہ:

عن محمد بن علی بن ابی طالب ان رسول اللہ ﷺ: ذکر انہ وفدان علیہ وفہ ان فی یوم واحد من السند و افریقیة بسمعھم وطاعتھم

محمد بن علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو وفد، ایک سندھ سے، دوسرا افریقہ سے ایک ہی دن میرے پاس پہنچے، جنہوں نے اپنی خوشی سے اسلام قبول کیا۔

دوسری روایت ہے کہ:

روی ان رسول الله ﷺ ارسل كتابه الى اهل السند على يد خمسة نفر من الصحابة فلما جاؤ فى السند فى قلعة يقال لها نيرن اسلم بعض اهله۔ ثم رجع من اصحابه اثنان مع الوافد عليه من السند وبقى ثلاثة منهم فى السند واظهر اهل السند الاسلام وبينوا الاهل السند الاحكام وما توافيه وقبورهم فيه الآن موجودة

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پانچ صحابہ کرامؓ کو اپنے خط کے ساتھ سندھ کے لوگوں کے پاس بھیجا۔ جب وہ سندھ میں قلعہ نیرون (حیدر آباد) کے پاس پہنچے تو سندھ کے کچھ لوگوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد دو صحابہ کرام اپنے سندھی میز بانوں کے ساتھ واپس چلے گئے، جب کہ تین صحابہ کرامؓ سندھ میں ٹھہر گئے۔ ان کی تبلیغ سے بہت سے سندھیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ان تینوں صحابہ کرام نے سندھ میں نئے مسلمانوں کے لیے مذہبی تعلیم کو جاری رکھا اور آخر کار ان کا وصال بھی سندھ میں ہوا۔ ان کی قبریں یہاں موجود ہیں۔ مخدوم صاحب نے ان روایتوں پر محدثانہ طور پر بحث کی ہے۔ ان کی صداقت کی دوسرے تاریخی حوالوں سے بھی تائید ہوتی ہے۔

نومسلم کو سندھیوں کو صحابہ کرامؓ نے جو تعلیم دی ہوگی، وہ قرآن پاک کی تعلیم ہوگی، اس لیے کہ اس وقت قرآن پاک کے علاوہ کوئی دوسری کتاب موجود نہیں تھی۔ حدیث اور فقہ کی کتابیں بعد میں وجود میں آئیں۔ یہاں کے لوگ عربی زبان سے واقف نہیں تھے، اس لیے سندھی مسلمانوں کو علم سکھانے کے لیے سندھی زبان استعمال کی گئی ہوگی، جو مبلغین نے سیکھ لی ہوگی۔

(۷) حضرت امروٹی کے سندھی ترجمہ قرآن کے اشاعت سے قبل سندھی زبان میں موجودہ قرآن مجید

کے تراجم کا مختصر جائزہ:

قرآن مجید کا سندھی زبان میں پہلا ترجمہ:

جب تصنیف وتالیف کا دور شروع ہوا تو برصغیر میں سب سے پہلے تیسری صدی ہجری میں سندھی زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ کیا گیا۔ یہ گیارہ سو سال پرانا ترجمہ ہے، جسے مہروک بن رائق راجا کی درخواست پر منصورہ کے عرب حاکم عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے ایک عراقی عالم نے کیا۔ یہ عالم سندھ میں رہ کر سندھی زبان سیکھ چکا تھا اور شاعر بھی تھا۔

اس راجا پر سندھی ترجمے نے ایسا اثر کیا کہ سورہ یاسین کی ایک آیت ''من یحی العظام وھی رمیم'' کا سندھی میں ترجمہ اور تفسیر سنی تو تخت سے نیچے اتر آیا، اور خدا کے خوف سے اس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ افسوس کہ سندھی زبان کا رسم الخط نہ ہونے اور زمانے کے انقلابات کے وجہ سے قرآن پاک کا یہ سندھی ترجمہ محفوظ نہ رہ سکا۔

ہمارے پاس قدیم سندھی زبان کی جو بھی کتابیں موجود ہیں وہ سب تین سو سال پرانی ہیں ان کا سلسلہ میں ابوالحسن ٹھٹوی کے سندھی رسم الخط مقرر کرنے کے بعد شروع ہوا۔ سندھی زبان کی پہلی کتاب میاں ابوالحسن کی ''مقدمہ الصلاۃ'' ہے جو قدیم سندھی نظم میں لکھی ہوئی ہے۔ اس کے بعد ٹھٹھ کے علماء نے دینی کتابیں لکھنی شروع کیں۔

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کا ترجمہ:

اس زمانے میں قرآن مجید کے سندھی ترجمے کی اشد ضرورت تھی، یہ سعادت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی (وفات ۱۱۷۴ھ) کو نصیب ہوئی انہوں نے قرآن پاک کا پرانی سندھی میں منظوم ترجمہ کیا۔ نماز میں کام آنے کے خیال سے انہوں نے انتیسویں اور تیسویں پاروں کا سندھی میں ترجمہ کیا اور کچھ حواشی بھی لکھے۔ یہ ترجمہ ۱۱۶۲ھ میں ہوا یہ قدیم ترین سندھی ترجمہ ہے لیکن افسوس کہ یہ مکمل نہ ہو سکا۔

قاضی عزیز اللہ متعلوی کا ترجمہ:

تیرہویں صدی ہجری کے آغاز میں قاضی عزیز اللہ ٹیاری ضلع حیدرآباد کے ایک عالم نے قرآن حکیم کا ترجمہ سندھی زبان میں کیا۔اس ترجمہ کی زبان نہایت عمدہ سلیس اور شیریں ہے۔قاضی صاحب ایک بڑے عالم تھے،ان کے فرزند قاضی علی محمد بھی اپنے دور کے بڑے عالم اور خطاط گزرے ہیں، یہ ترجمہ بمبئی کے کریمی پریس والوں نے شائع کیا تھا۔

مولانا محمد صدیق کا ترجمہ:

چوتھا سندھی ترجمہ مولانا محمد صدیق صاحب کا ہے یہ ترجمہ بھی پرانا ہے اسکی زبان نہایت دل آویز اور مؤثر ہے اس ترجمے کی دوسری خوبی یہ ہے کہ ترجمہ پڑھنے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ بنیادی عربی زبان کے الفاظ کا مفہوم سندھی زبان جاننے والوں کے لیے نہایت واضح ہے کیونکہ عربی کے الفاظ کا لفظی ترجمہ اپنے بھرپور تاثر کے ساتھ موجود ہے۔یہ ترجمہ بہت قدیم ہے،اس دوسری اشاعت لاہور سے ملک دین محمد اینڈ سنز نے کی ہے۔

(الف) مولانا تاج محمود امروٹی کا ترجمہ قرآن:

مولانا تاج محمود امروٹی نے قرآن پاک کا سندھی ترجمہ تقریباً ۱۳۱۲ہجری میں کیا۔مرحوم منشی عبدالخالق شکارپوری، جو کہ سندھی زبان کے ایک بہت بڑے ادیب تھے انہوں نے تاج محمود امروٹی کے اس ترجمہ میں ان کی بہت مدد کی اور مفید مشورے دیتے رہے،حضرت مولانا علامہ عبیداللہ سندھی جو کہ دارالعلوم دیوبند سے ۱۳۰۸ھ میں فارغ التحصیل ہوکر آئے تھے،مولانا محمود امروٹی کے مدرسہ میں جو کہ امروٹ ضلع سکھر میں تھا۔درس دیتے رہے حضرت مولانا امروٹی ان سے علمی مشورے لیتے تھے۔ اس علمی ماحول میں مولانا امروٹی نے جو سندھی زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ کی وہ مستند، بامحاورہ اور اچھا ترجمہ ثابت ہوا،جس طرح فارسی میں شاہ ولی اللہ دہلوی کا ترجمہ اعجاز کا درجہ رکھتا ہے، وہی حیثیت

مولانا امروٹی کے سندھی ترجمے کی ہے۔

(ب) حضرت امروٹی کے ترجمہ قرآن کی خصوصیات:

جیسے کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ حضرت امروٹی نے سندھ کے عوام کی جہالت، بدعات اور بری رسومات کا علاج قرآن کی تعلیمات عام کرنے کے ذریعہ کرنے کا فیصلہ فرمایا، اس لیے جس طرح حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اصلاح احوال کے لیے اسوقت مروج زبان فارسی میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا اسی طرح حضرت امروٹی نے قرآن مجید کا عام فہم سلیس اور بامحاورہ ترجمہ شائع کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ تاکہ عام سندھی خواندہ لوگ قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ اس سلیس اور بامحاورہ سندھی ترجمہ پڑھ قرآن مجید کی تعلیمات سے واقف ہوسکیں۔ سندھ میں شائع شدہ سابق ترجمے جن کا ذکر ہوگیا ہے جو کہ اس وقت عام طور پر دستیاب نہ تھے۔ اس صورتحال میں مولانا امروٹی کا ترجمہ سندھ کی عوام کے لیے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا۔

مولانا امروٹی کا یہ سندھی ترجمہ دوصورتوں میں اشاعت پذیر ہوا، پہلا وہ ایڈیشن جو صرف سندھی میں مجرد ترجمہ کی صورت میں (بغیر متن) تھا۔ یہ ترجمہ دس دس پاروں کی صورت میں تین جلدوں میں شائع کیا گیا تھا اور اس کا ہدیہ نہایت کم یعنی سوا روپیہ فی جلد رکھا گیا، تاکہ ہر خاص وعام سندھی اسے آسانی کے ساتھ خرید سکے اور تبلیغی مقاصد کے لیے غیر مسلموں میں بھی تقسیم کیا جاسکے، باوجود اسکے کہ اس دور کے کچھ علما نے اس طرح مجرد ترجمہ بغیر متن قرآن مجید کے شائع کرنے پر اعتراض کیا، ان کے نزدیک وہ مصلحت میں، جو حضرت امروٹی کی نظر میں تھی، شاید کم اہمیت رکھتی تھی، جیسے کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ اس ترجمہ قرآن کو تحریر کرتے وقت ایک بورڈ اس کام پر مامور تھا جس میں علما کے ساتھ سندھی زبان کے ادیب اور ماہرین لغت بھی شامل کیے گئے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ ترجمہ قرآن مجید آسان اور عام ہونے کے ساتھ سندھی ادب کا ایک شاہکار ترجمہ بھی قرار پاگیا۔

اس سلسلے میں میرے پیش نظر قرآن مجید کے دوسرے سندھی تراجم موجود رہے ہیں، نیز ان

کا مولانا امروٹی کے ترجمہ قرآن مجید سے تقابلی مطالعہ کرنے کے بعد کئی ایسی مثالیں سامنے آئی ہیں جن میں نہایت مناسب اور آسان الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے، چونکہ اس طرح کی کثیر مثالیں موجود ہیں لیکن ان کا تعلق سندھی زبان وادب سے بھی ہے، اس لیے ان کا ذکر یہاں پیش کرنے میں افادیت نہیں ہے۔ دوسرا ترجمہ قرآن مجید عربی متن کے ساتھ شائع کیا گیا تا کہ عام علماء کے اس بارے میں خدشات دور ہوسکیں، اس قرآن مجید میں آیات کے نمبر بھی پہلی بار دیے گئے ہیں حالانکہ اس سے پہلے والے تراجم میں اس بات کا اہتمام نہ کیا گیا تھا۔

ادبی لحاظ سے یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ کسی بھی اجنبی زبان سے ترجمہ کرنا بے حد مشکل کام ہے، کیونکہ ہر زبان کی گرامر، محاورے اور نحوی تراکیب اپنی اپنی نوعیت کی ہوتی ہیں، نیز اس زبان کے اصطلاحی الفاظ کا معنی اور اس کی نزاکتیں اپنی خاص نوعیت کی ہوتی ہیں، خاص طور پر ایسی زبان جس کا ادب نہایت وسیع ہو اور اس میں بلاغت زبان کا دریا موجزن ہو تو ایسی زبان کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ کرنا کتنی محنت شاقہ کا تقاضا کرتا ہے تا کہ اصلی زبان کی روح دوسری ترجمہ والی زبان میں مفقود نہ ہو جائے، اس لیے ترجمہ والی زبان میں موزوں الفاظ کی تلاش کا کام سخت مشکل بن جاتا ہے تا کہ ترجمہ میں اصلی زبان کی روح قائم رہ سکے اور اس کا مطلب پوری طرح سے ادا کیا جا سکے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنے فارسی ترجمہ قرآن مجید کے بارے میں ان مشکلات کا ذکر تفصیل سے کیا ہے، اس سلسلے میں بتایا گیا ہے کہ مولانا امروٹی نے اپنے کتب خانہ میں متعدد مستند تفاسیر قرآن مجید کے ساتھ لسانی مسائل حل کرنے کے لیے نہایت عمدہ کتب کا ایک بہت بڑا ذخیرہ بھی مہیا فرمایا تھا جس سے مترجم حضرات مکمل استفادہ کرتے رہتے تھے، نیز ان کاوشوں پر آخری نظر حضرت امروٹی خود ڈالتے تھے۔ ترجمہ قرآن مجید کو زیادہ واضح کرنے کے لیے ضروری تشریح کا اضافہ قوسین میں کیا جاتا تھا تا کہ عام قاری کو آیات کا مطلب سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔

حضرت امروٹی کے سندھی ترجمہ قرآن مجید میں دوسری خصوصیات کے ساتھ یہ خصوصیات

بھی موجود تھیں کہ ترجمہ قرآن مجید کے ساتھ فضائل تلاوت پر مفصل تحریر موجود ہے، تا کہ عام لوگ فضائل تلاوت وفضائل قرآن مجید سے واقف ہوسکیں اور اسکے ساتھ قرآن مجید کے آخر میں مختلف عنوانات کے تحت مضامین قرآن کی فہرست بھی شامل کردی گئی تھی، جس کے ذریعہ مضامین قرآن کی تلاش آسان ہوجاتی ہے۔ یہ خصوصیات فہم قرآن مجید میں بڑی مدد وتعاون ثابت ہوئیں۔

اس وقت تک دیگر سندھی تراجم میں اس طرح کی خصوصیات ناپید تھیں۔ اس کے ساتھ یہ خصوصیت بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت امروٹی کا یہ ترجمہ قرآن مجید سندھی ٹائپ میں طبع شدہ تھا، تا کہ اسکولوں کے تعلیم یافتہ لوگ، اساتذہ اور طلبہ اس کا آسانی کے ساتھ مطالعہ کرسکیں۔ حالانکہ اس وقت تک سندھی تراجم کی سندھی زبان میں کتابت بھی کرائی جاتی تھی اور لیتھو پریس پر طباعت کا اہتمام کیا جاتا تھا، جو سندھی خواندہ آدمی کے لیے پڑھنا ذرا مشکل ثابت ہوتا تھا، حضرت مولانا نے جو پریس امروٹ میں محمود المطابع کے نام سے سن ۱۹۰۰ میں قائم کیا تھا وہ بھی پرنٹنگ کی صورت میں تھا، مولانا صاحب امروٹی کے اس سندھی ترجمہ قرآن مجید کے لیتھو ایڈیشن لاہور سے حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری شائع کراتے رہے ہیں۔ الحمدللہ یہ سلسلہ اب تک جاری وساری ہے۔

حضرت امروٹی نے اپنے شائع شدہ سندھی ترجمہ کا نام ''الهام الرحمن في ترجمة القرآن'' رکھا تھا۔ اس کو شائع ہوئے اب ایک صدی مکمل ہونے والی ہے، گودرمیاں میں حضرت صاحب کے خلفا نے ترجمہ پر نظر ثانی کا کام بھی سرانجام دیا ہے، تا کہ ترجمہ کی وہ تابناکی اور اثر اندازی کسی بھی طرح کم نہ ہونے پائے۔

حوالہ جات و حواشی

اہی ڈٹھن اہی شینھن (حصہ اول)	پیر علی محمد راشدی	۱۹۷۴
تذکرہ مولانا تاج محمود امروٹی	علمی مجلس حیدرآباد	۱۹۷۵
تذکرہ لطفی (حصہ سوم)	لطف اللہ بدوی	۱۹۵۳
سندھی ادب جو تاریخی جائزو	میمن عبدالمجید سندھی	۱۹۷۲
سندھی ادبی تاریخ (حصہ اول)	میمن محمد صدیق	۱۹۷۳ء
بیاض ہاشمی	مولانا محمد ہاشم ٹھٹوی	قلمی
سندھ آزاد نمبر	روزانہ الوحید کراچی	۱۹۷۳ء
ماہنامہ نئیں زندگی	پاکستان پبلی کیشنز	۱۹۶۰ تا ۱۹۷۱ء
ماہنامہ الرحیم	شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد	۱۹۷۱ تا ۱۹۷۲ء
مولانا عبیداللہ سندھی	پروفیسر محمد سرور	۱۹۴۳